قرآن کریم میں پیغمبرؐ کے صفات و کمالات

گروہ مؤلفین: عبد العلی شکر[1]

مترجم: مولانا سید محمد باقر

خلاصہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کامل اور خاتم الانبیا ہیں جنکی ذات میں گذشتہ تمام انبیا کے صفات و کمالات جمع ہیں۔ قرآن مجید میں بعض ایسے صفات موجود ہیں جو صرف آپ ہی سے مخصوص ہیں اور دوسرے انبیا کا دامن ان صفات سے تہی دست ہے اور قیامت تک کوئی بھی ان صفات و کمالات کو حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ وہ صفات و احکام جو حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت سے مخصوص ہیں وہ دو طرح کے ہیں کچھ تو وہ احکام و اوصاف ہیں جن کے سلسلہ میں مفسروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ اوصاف صرف آپ سے مخصوص ہیں جیسے ایک وقت میں پیغمبر کا چار سے زیادہ شادی کرنا، بغیر مہر کے شادی کرنا، نماز شب کا واجب ہونا، توریت و انجیل میں پیغمبر اسلامؐ کا نام مکتوب ہونا، پہلا مسلمان ہونا، کوثر عطا ہونا، خاتم الانبیاء ہونا اور آپ کی رسالت کا عالمی ہونا۔ اسکے مقابلے میں کچھ ایسے اوصاف و احکام ہیں کہ جن کے سلسلہ میں مفسروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ نبی سے مخصوص ہیں یا نہیں جیسے آپ کا بلند مرتبہ ہونا، عبدِ مطلق ہونا، اسوہ ہونا، احترام و اکرام سے مخاطب قرار دیا جانا، مومنین پر آپ کی بعثت کا احسان ہونا۔ البتہ صرف یہی پیغمبر کی خصوصیتیں نہیں ہیں بلکہ اسکے علاوہ بھی آپ کے کچھ ایسے مخصوص صفات و کمالات ہیں جو قرآن مجید کی گواہی کے مطابق دوسرے انبیاء میں نہیں پائے جاتے ہیں۔

۱۔ (اسٹنٹ پروفیسر، شیراز یونیورسٹی، شیراز)؛ فرج تلاشان (علوم قرآن و حدیث میں ماسٹر، شیراز یونیورسٹی، شیراز)

پیش لفظ

انبیائے الٰہی کے مشترکہ صفات اس طرح ہیں: توحید کی دعوت، تقویٰ، اختلافات کو دور کرنا، شرک و جہالت اور اندھی تقلید سے پیکار، ڈرانا و بشارت دینا، عصمت، روشن دلائل قائم کرنا، کتاب و میزان، معجزہ، محروموں کا احترام اور وحی کی توضیح و تفسیر۔ عملی صفات کے علاوہ، معنوی صفات و روحانی کمالات میں بھی اشتراک پایا جاتا ہے جیسے مخلص ہونا، صابر ہونا، خشیت میں توحید، صادق ہونا، اور امانتدار ہونا۔

اس مضمون کا بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کریم میں حضرت ختمی مرتبتؐ کے ان صفات کو بیان کیا گیا ہے جو صرف آپ سے مخصوص ہیں جسکی بنیاد پر آپ کو تمام انبیاء سے افضل و برتر مانا جائے؟ جو چیز مسلّم ہے وہ یہ کہ تمام انبیاء ایک درجہ اور رتبہ میں مساوی نہیں ہیں بلکہ پروردگار کے نزدیک انکے درجات مختلف ہیں اس سلسلہ میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے: ''۔۔۔وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ''اور ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے اور داؤد کو زبور عطا کی ہے'' (الاسرا/۵۵)؛ نیز ارشاد ہوتا ہے: ''تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ ۖ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۔۔۔'' یہ سب رسول وہ ہیں جنہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے. ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجات بلند کئے ہیں'' (سورہ البقرہ/ ۲۵۳)

روایت میں اس موضوع پر خاص تاکید کی گئی ہے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''سادة النبيين و المرسلين خَمسةٌ و هم أولوا العزم من الرسل وعليهم دارة الرحیٰ نوح وإبراهيم و موسى و عيسى ومحمدﷺ وعلى جميع الأنبياء'' انبیاء و رسولوں میں پانچ بزرگ اور باعظمت اور اولوالعزم نبی ہیں نبوت و رسالت انہی پانچ کے محور پر گردش کررہی ہے اور وہ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور حضرت محمدؐ ہیں، پروردگار کا درود و سلام ہو اُن پر اور تمام انبیاء پر۔ (کلینی، ج۱، ۱۷۵، ۱۴۰۷ھ)

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ''إِنَّ اللهَ فَضَّلَ أَنبِيَائَهُ المرسَلِين عَلى ملائكتِه المُقَرَّبِينَ وَفَضَّلَنِي عَلىٰ جَمِيعِ النبِيّين وَالمُرسَلِينَ '' پروردگار نے نبیوں کو مقرب فرشتوں پر فضیلت عطا کی ہے اور مجھے تمام انبیاء و

مرسلین پر فضیلت عطا کی ہے۔(فیض کاشانی، ۴:۲۰۱، ۱۳۸۷ھ) لہٰذا انبیاء کے درمیان بھی رتبہ اور فضیلت کے لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے اور پیغمبر اکرمؐ آخری اور سب سے برتر نبی ہیں آپ کی ذات اقدس میں کچھ ایسے صفات، احکام اور کمالات پائے جاتے ہیں جو تمام انبیا پر آپ کے افضل ہونے کا سبب ہیں۔

مرتب صورت میں صفات انبیاء کے سلسلہ میں گفتگو ما قبل اسلام سے ہے چونکہ گذشتہ انبیاء نے اپنی قوم سے آنے والے نبیوں کے صفات کو بیان کئے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی کتاب میں پیغمبر اکرمؐ کے بعض صفات کو بیان کیا ہے۔اس مضمون میں قرآنی آیات کی روشنی میں نبی کریمؐ کے بعض ایسے صفات اور احکام جو صرف آپ سے مخصوص ہیں ان پر تجزیہ و تحلیل کیا جائے گا:

۱۔ پیغمبر اکرمؐ کے وہ اوصاف واحکام جن پر سب کا اتفاق ہے:

۱/۱۔ مہر کی ادائیگی کے ساتھ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ شادی کرنا

منجملہ وہ احکام جو صرف پیغمبر اکرمؐ سے مخصوص ہیں" ایک وقت میں چار سے زیادہ خواتین سے دائمی شادی کرنا ہے" خواتین کی مہر ادائیگی کے ساتھ پیغمبر ان سے شادی کر سکتے تھے لیکن تمام مسلمانوں پر ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنا حرام ہے: " وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا "؛ اور اگر یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکنے کا خطرہ ہے تو جو عورتیں تمھیں پسند ہیں دو تین چار ان سے نکاح کرلو اور اگر ان میں بھی انصاف نہ کر سکنے کا خطرہ ہے تو صرف ایک... یا جو کنیزیں تمہارے ہاتھ کی ملکیت ہیں، یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ بے انصافی نہ کرو" (النسا/۳)۔

اس آیت میں گفتگو کا محور" حد اکثر چار خواتین سے (بیک وقت) اس صورت میں دائمی شادی کرنا جائز ہے جب انکے درمیان عدل کی رعایت کرنا ممکن ہو" اور اگر ایسا نہ ہو تو شوہر کو جوابدہ ہونا پڑے گا۔ وہ شخص جو اپنی بیویوں کے درمیان عدل برقرار کرنے کی قدرت رکھتا ہے اسلام اسے اجازت دیتا ہے کہ وہ دو تین یا چار خواتین سے (بیک وقت) شادی کرے۔ البتہ آیت کے ذیل میں اس جواز کو بیویوں کے درمیان عدل

سے کام نہ لینے کے خدشہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی غیر مستقیم طور پر ایک وقت میں ایک ہی شادی پر باقی رہنے کی ہدایت ہے)۔

زمانہ جاہلیت میں ایک مرد کتنی بیویاں رکھ سکتا ہے اسکی کوئی حد معین نہیں تھی یہی وجہ تھی کہ بعض افراد کے پاس متعدد بیویاں ہوتی تھیں یہاں تک کہ کچھ ایسے بھی تھے جنکی دس بیویاں تھیں۔ لیکن اسلام کے آنے کے بعد چونکہ ایک وقت میں چار دائمی بیویوں سے زیادہ رکھنا ممنوع قرار دیا گیا لہٰذا وہ افراد جنکے پاس زیادہ بیویاں تھیں پیغمبرؐ نے انھیں حکم دیا کہ اپنی بیویوں میں سے چار کو چنیں اور بقیہ کو طلاق دے دیں۔ "کسی ذہن میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ دو تین اور چار" سے مراد نو ہے کیونکہ اولاً: سب سے پہلے تو قرآن مجید میں دو دو، تین تین اور چار چار کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔ ثانیاً: کیسے ممکن ہے کہ خود عرب زبان، عدد نو کو سمجھانے کے لئے لفظ: "تسع" کا استعمال کریں اور قرآن جو کہ سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام ہے وہ اس طرح مبہم گفتگو کرے؟!۔ ثالثاً ایک عام انسان کے لئے نو خواتین سے دائمی شادی کرنا اجماع کے برخلاف ہے۔ ان بنیاد پر آیت کا مضمون کچھ اس طرح ہے: وہ عورتیں جو تمہارے لئے حلال و مباح ہیں ان سے شادی کرو، اور جو کوئی متعدد بیویوں کے درمیان عدل برقرار کرنے کی قدرت رکھتا ہے اسے اجازت ہے کہ وہ دو یا تین یا چار خواتین سے شادی کرے اور اگر یہ خدشہ ہو کہ انصاف کی رعایت نہیں کر پائے گا تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔ اگر عام انسان عملِ پیغمبر اکرمؐ کو دلیل بناتے ہوئے اسے جائز قرار دینا چاہے تو یہ دلیل بے بنیاد ہے چونکہ ایک وقت میں چار بیویوں سے زیادہ رکھنا صرف نبیؐ سے مخصوص ہے۔ اسلام میں متعدد بیویوں کے جواز کا مطلب وجوب بالکل نہیں ہے بلکہ مباح و جائز ہے، اور اسکا جواز بھی موقوف ہے عدل و انصاف کی رعایت کرنے پر۔ لہٰذا اگر کوئی یہ یقین و اطمینان رکھتا ہو کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان عدل کو برقرار کر پائے گا یا انکے درمیان عدل برقرار نہ کر پانے کا عقلائی خوف نہ رکھتا ہو تو اسکے لئے جائز ہے کہ وہ متعدد بیویاں (یعنی بیک وقت چار تک) انتخاب کرے۔ (جوادی آملی، ص ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۳، ج ۱۷، ۱۳۸۸)۔ اس آیت میں شرعی و قانونی طور پر عدل کی رعایت کرنا مراد ہے؛ یعنی وہ افراد جن کے پاس متعدد بیویاں ہیں انکے لئے نفقہ، کپڑا اور گھر وغیرہ میں عدل سے کام لینا واجب ہے۔ اس طرح کا عادلانہ برتاؤ اگرچہ سخت و دشوار ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں ہے اور جس کے پاس قدرت نہ ہو اسے چاہئے کہ ایک سے زیادہ بیوی کا انتخاب نہ کرے۔ لیکن دلی محبت و لگاو کی

وجہ سے تمام بیویوں کو ایک نظر سے دیکھنا اور محبت میں انکے درمیان عادلانہ رویہ اپنانا نہایت سخت اور عام انسان کے حد و توان سے باہر کی چیز ہے کیونکہ ایک عام انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ وہ اپنے دلی میلان و محبت کو کنٹرول میں رکھے، یہی وجہ ہے کہ پروردگار کا ارشاد ہے: تم جتنی بھی کوشش کرلو قلبی محبت و رغبت کے لحاظ سے اپنی بیویوں کے درمیان عدل سے کام نہیں لے سکتے ہو۔ باالفاظ دیگر، کبھی کسی بیوی کا کردار و عمل شوہر کی مرضی سے زیادہ نزدیک ہوتا ہے جسکے نتیجہ میں شوہر بھی اس سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اسکے برخلاف کبھی کسی بیوی کا عمل یا کردار شوہر کی مرضی کے برخلاف ہوتا ہے جسکے نتیجہ میں وہ اس بیوی سے کم محبت کرتا ہے۔ لہٰذا متعدد بیویوں کے ساتھ عادلانہ برتاؤ کرنا عادی انسان کے لئے نہایت سخت و دشوار بلکہ ناممکن ہے لیکن شرعی و قانونی اعتبار سے عادلانہ رویہ بالکل ممکن ہے لہٰذا پروردگار کا ارشاد ہے: ”وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِن تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا “؛اور تم کتنا ہی کیوں نہ چاہو عورتوں کے درمیان مکمل انصاف نہیں کر سکتے ہو لیکن اب بالکل ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو اور اگر اصلاح کرلو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (نسا/۱۲۹) (جوادی آملی، ص ۶۵، ۶۶ اور ۶۹، ج ۲۱، ۱۳۸۸)

سیرت پیغمبر اکرمؐ کا اگر بادقت مطالعہ کیا جائے اور دنیا و دنیاوی لذتوں کے بارے میں آپؐ کے زہد کو دیکھا جائے تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ نبی کریمؐ کی شادی عام انسانوں کی شادی کی طرح بالکل نہیں تھی۔ اسکے علاوہ پیغمبر کی سیرت اور آپ کے اقوال ہمیشہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کے فراموش شدہ حقوق اور انکی سماجی شخصیت کو زندہ کرنے اور انکے احترام و وقار کو واپس پلٹانے میں کافی موثر واقع ہوئے ہیں۔ (گذشتہ حوالہ، ج ۱۷، ص ۲۹۳ اور ۲۹۷)

چونکہ پیغمبر اکرمؐ توانائی و قدرت رکھتے تھے کہ اپنی بیویوں کے درمیان شرعی و قانونی طور پر عادلانہ برتاؤ رکھیں اور محبت و رغبت کے اعتبار سے بھی عدل سے کام لیں لہٰذا آپ کو اجازت تھی کہ آپ چار سے زیادہ دائمی بیویاں رکھیں لیکن چونکہ دوسرے یہ قدرت نہیں رکھتے ہیں لہٰذا انکے لئے چار سے زیادہ جائز نہیں ہے۔

۲/۱۔ بغیر مہر کے شادی کرنا

اگر کوئی مومنہ خاتون اپنے نفس کو پیغمبرؐ کو بخش دے اور پیغمبرؐ سے مہر کا مطالبہ بھی نہ کرے تو اگر پیغمبرؐ چاہیں تو اس سے شادی کر سکتے ہیں: "۔۔ وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ۔۔۔"؛ اور اس مومنہ عورت کو جو اپنا نفس نبی کو بخش دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے تو حلال کر دیا ہے لیکن یہ صرف آپ کے لئے ہے باقی مومنین کے لئے نہیں ہے۔ (الاحزاب/۵۰) اس طرح کی شادی صرف پیغمبر ختمی مرتبت کے لئے جائز تھی۔ بے شک بغیر مہر کے ہمسر اختیار کرنا صرف پیغمبر سے مخصوص تھا جیسا کہ یہ آیت بھی صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے۔ رہا سوال یہ کہ کیا اس حکم پر عمل بھی ہوا یا نہیں تو اس سلسلہ میں مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض جیسے ابن عباس کا ماننا ہے کہ پیغمبرؐ نے کسی کے بھی ساتھ اس طرح کی شادی نہیں کی اور یہ حکم صرف ایک اجازت کے طور پر رہا اور کبھی بھی اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ بعض دوسرے مفسرین نے تین سے چار خواتین کا نام ذکر کیا ہے جن سے پیغمبرؐ نے بغیر مہر کے شادی کی تھی جیسے "میمونہ بنت حارث" انصار میں سے، "زینب بنت خزیمہ" قبیلہ بنی اسد سے، "ام شریک بنت جابر" اور "خولہ بنت حکیم"۔ (مکارم شیرازی، ج۱۷، ص ۴۰۲۔ ۴۰۶، ۱۳۷۴)

قبیلوں کے اعزاز و امتیاز میں سے ایک یہ تھا کہ انکے قبیلہ کی کسی خاتون کو ازواج نبی میں شمار کیا جائے۔ یہ شادی انکے قبیلہ کی سماجی حیثیت کو مضبوط کرنے میں مددگار ہوتی تھی اور پورا قبیلہ دل و جان سے پیغمبرؐ کی حمایت میں کھڑا رہتا تھا۔ قرآنی آیت کی روشنی میں اس طرح کی شادی صرف نبی اکرمؐ سے مخصوص تھی انکے علاوہ کسی بھی مسلمان کے لئے ہبہ کی صورت میں شادی جائز نہیں تھی۔ واضح رہے کہ وہ خاتون جو بغیر کسی مہر کے پیغمبرؐ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو رہی ہے ان کا مقصد معنوی افتخار کو کسب کرنا تھا جو رسول خداؐ کی ہمسر بننے کی صورت میں انکے لئے فراہم تھا۔ (جوادی آملی، ج۱۷، ص ۲۹۶، ۱۳۸۸)۔

۳/ا۔ نماز شب کا واجب ہونا

ایک اور صفت جو صرف پیغمبر اسلامؐ سے مخصوص ہے اور تمام مفسروں کا جس پر اجماع ہے وہ نماز شب کا واجب ہونا ہے۔ عام مسلمانوں پر جتنی چیزیں واجب ہیں نبی کریمؐ پر ضروری تھا کہ ان پر بھی عمل کریں اسکے علاوہ کچھ اور بھی واجبات ہیں جو صرف آپ سے مخصوص ہیں انہی واجبات میں سے ایک نماز شب کا وجوب ہے،اور بعض آیات میں جسکی جانب اشارہ ملتا ہے: ''يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ﴿٣﴾ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا''؛ اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا کچھ زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو'' (المزمل/ ا۔۴)۔ ''وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا''؛ اور رات کے ایک حصہ میں قرآن کے ساتھ بیدار رہیں یہ آپ کے لئے اضافہ خیر ہے عنقریب آپ کا پروردگار اسی طرح آپ کو مقام محمود تک پہنچادے گا''۔ (الاسرا/۷۹)

اس واجب کے مقابلہ میں پروردگار اپنے نبی کو عظیم اجر عطا کرے گا اور وہ مقام محمود یا بلند و پسندیدہ عہدہ و رتبہ ہے۔ روایت کے مطابق مقام محمود سے مراد ''شفاعت'' ہے کہ پیغمبرؐ قیامت کے دن اپنی امت کے گناہان کبیرہ کو بخشوانے میں جس کا استعمال کریں گے۔ (ابن بابویہ، ص ۲۹۴، ۷۶ ۱۳)۔ بے شک مقام محمود نہایت عظیم منزلت و رتبہ ہے کیونکہ محمود ''حمد'' سے لیا گیا ہے جسکے معنی تعریف کرنے کے ہیں اور چونکہ یہ لفظ بغیر کسی قید و شرط کے ذکر ہوا ہے تو شاید اسکے یہ معنی ہے کہ اولین سے لے کر آخرین تک ہر کوئی آپ کی تعریف و تمجید کرے گا۔ اسلامی روایتیں چاہے اہل بیت علیہم السلام سے ہوں یا اہل تسنن کے منابع میں، سب نے مقام محمود کو مقام ''شفاعت کبری'' سے تفسیر کیا ہے، چونکہ عالم آخرت میں نبی کریمؐ کی ذات گرامی سب سے بڑی شفیع ہے اور جو اس شفاعت کے سزاوار ہونگے انھیں یہ شفاعت نصیب ہوگی۔ (طباطبائی، ص ۱۷۵، ج ۱۳، ۱۴۰۳ ھ)

۴/ا۔ عہدین یعنی توریت و انجیل میں پیغمبر کا نام مکتوب ہونا

ایک اور امتیاز جسے مفسرین صرف پیغمبر اکرمؐ سے مخصوص مانتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کا اسم مبارک عہدین یعنی توریت و انجیل میں موجود ہے۔ آپ کے صفات، نشانیاں، دلائل نبوت اور نبی کریمؐ کی حقانیت

مختلف تعبیروں کے ساتھ آسمانی کتاب (توریت و انجیل) میں موجود ہے، یہ نشانیاں اس طرح سے مذکور ہیں کہ انسانوں پر آپ کی حقانیت ثابت ہو جاتی ہے، قرآن مجید کا اس سلسلہ میں ارشاد ہے: " الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ۔۔۔؛ جو لوگ رسولِ نبی امّی کا اتباع کرتے ہیں وہ اس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں" (الاعراف/۱۵۷)

اسی طرح سے حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے کہ علمائے اہل کتاب پیغمبر اکرمؐ کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے تھے چونکہ آپ کا نام مبارک، حلیہ، نشانیاں وہ سب اپنی مذہبی کتابوں میں پڑھ چکے تھے: " الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۔۔۔؛ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ رسول کو بھی اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں" (البقرہ/۱۴۶)

یہ آیت ایک لطیف حقیقت و نکتہ سے پردہ اٹھاتی ہے اور وہ یہ کہ گذشتہ قوم کی کتابوں میں پیغمبر ختمی مرتبتؐ کے جسمانی و روحانی صفات و خصوصیات کا تذکرہ اس طرح واضح و روشن تھا کہ وہ افراد جنکا سروکار ان کتب سے تھا وہ بخوبی پیغمبرؐ کی کامل تصویر اپنے ذہن میں رکھتے تھے۔ (مکارم شیرازی، ج۱، ص ۵۰۰، ۱۳۷۴) اب یہ کہ اس آیت میں پیغمبر کا نام نہیں لیا گیا بلکہ انھیں "رسول" "نبی" اور "امی" کے خطاب سے نوازا گیا اور اسکے بعد آیت کا یہ فراز ذکر ہوتا ہے "الذِی یَجِدُونَہ مَکتُوبا عِندَھُم فِي التَّوراۃِ والانجیل" اس سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ توریت و انجیل میں آپ کو انہیں تین خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ (طباطبائی، ج۸، ۳۶۵، ۱۴۰۳ھ) چونکہ یہ آیت کہ جس میں آپؐ کی نبوت کی گواہی کے طور پر توریت و انجیل کو پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید کی دوسری کسی بھی آیت میں رسول خداؐ کا ایک ساتھ ان تین صفت کے ساتھ تذکرہ نہیں ہوا ہے۔

۵/۱۔ اول المسلمین (پہلا مسلمان) ہونا

مفسرین کے نزدیک اول المسلمین یعنی پہلا مسلمان ہونا بھی ان کمالات میں سے ہے جو صرف ذات با برکت پیغمبرؐ سے مخصوص ہے اور یہ تمام مفسرین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ پروردگار اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ کہو: "

میں پہلا مسلمان ہوں" لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ؛ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں"۔ (الانعام/۱۶۳)

دوسرے کسی بھی نبی کے لئے اول المسلمین کی تعبیر نہیں ملتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اگرچہ زمانہ کے لحاظ سے آپ سے سبقت رکھتے ہیں اور تمام ابراہیمی انبیاء کا سلسلہ جناب ابراہیمؑ ہی سے چلا ہے آپ نے دعا کی: " رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ؛ پروردگار ان کے درمیان ایک رسول کو مبعوث فرما جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے۔ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انکے نفوس کو پاکیزہ بنائے۔ بے شک تو صاحب عزّت اور صاحبِ حکمت ہے" (البقرہ/۱۲۹)۔ بعض روایتوں کے مطابق پیغمبر اکرمؐ: "أنَا ابنُ الذَّبِيحَينِ" کہکر خود کو اسماعیل فرزند ابراہیم کی اولاد قرار دیتے ہیں اسکے باوجود پروردگار نے جناب ابراہیمؑ سے نہیں کہا کہ کہو "میں پہلا مسلمان ہوں" حضرت نوح جنھیں شیخ الانبیاء کہا جاتا ہے اور جناب آدم جو ابوالبشر ہیں ان میں سے بھی کسی نے یہ تعبیر خود کے لئے استعمال نہیں کی۔ قرآن مجید تنہا اگر کسی ذات کو اس عنوان سے پہچنواتا ہے تو وہ پیغمبر اکرمؐ کی ذات والا صفات ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اولویت نہ تو زمان کے لحاظ سے ہے اور نہ ہی تاریخ کے اعتبار سے؛ کیونکہ اگر زمانہ کے لحاظ سے اولیت مراد ہوتی تو ہر نبی اپنی قوم کے لئے "اول المسلمین" ہوتا اور گذشتہ انبیاء بھی بطریق اولیٰ اس اولیت کا مصداق ہوتے۔ یہ جو پروردگار نے صرف پیغمبر اسلامؐ سے کہا: کہو مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اول المسلمین (پہلا مسلمان) ہوں، یہ اس وجہ سے ہے کہ آپؐ صادر اول یا ظاہر اول ہیں؛ یعنی مرتبہ وجودی میں کوئی آپ کے برابر نہیں ہے، جیسا کہ قیامت میں بھی آپ کی ذات سب سے پہلے محشور ہوگی۔ (جوادی آملی، ج۸، ص ۳۰، ۱۳۸۵)

فیض کاشانی کا ماننا ہے کہ "إنه أَولُ مَن أَجَابَ فِي المِيثَاقِ" آنحضرتؐ نے عالم ذر اور عہد و پیمان لینے کے وقت سب سے پہلے لبیک کہا تھا۔ لہٰذا آپ کا اسلام تمام مخلوقات کے اسلام پر مقدم ہے۔ (فیض کاشانی، ج۲، ۶۵۴،۱۳۸۷)

علامہ طباطبائیؒ کا یہ ماننا ہے کہ ''و انا اول المسلمین'' کا جملہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ ''اول'' سے مراد رتبہ میں اولیت ہے، نہ کہ زمانہ کے لحاظ سے اولیت؛ چونکہ نبی کریمؐ سے پہلے بھی مسلمان تھے جیساکہ قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کے قول کو نقل کیا ہے: '' وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ'' (یونس/۷۲) اسی طرح سے جناب ابراہیم کا قول نقل ہے "إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ '' (البقرہ/۱۳۱) اسکے علاوہ آپ اور آپ بیٹے کے قول کو نقل کیا: '' رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ۔۔۔'' (البقرہ/۱۲۸) یا حضرت لوط کے سلسلہ میں ملتا ہے: '' فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ'' (الذاریات/۳۶) اور اگر ملک سبا کی شہزادی کے قول کو اس طرح بیان فرمایا: ''... وَأُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ'' (النمل/۴۲) البتہ اگر ملک سبا کی ملکہ کی مراد خدا کے لئے اسلام ہو۔ نیز آپ نے کہا: ''...وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ'' (النمل/۴۴)

قرآن کریم میں ''اول المسلمین'' کی صفت کسی کے لئے بھی استعمال نہیں ہوئی ہے صرف پیغمبر ختمی مرتبتؐ ہیں جنھیں مندرجہ بالا آیت اور اس آیت '' وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ''؛ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا اطاعت گزار بن جاؤں'' (الزمر/۱۲) میں اول المسلمین کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرتؐ اس امت کے پہلے مسلمان ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر ہر زمانہ میں اسلام مراد ہے تو سب سے پہلے مسلمان جناب ابراہیم علیہ السلام ہیں اور دوسرے آپ کے پیرو ہیں۔ یہ بات قابل قبول نہیں ہے کیونکہ سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۶۳ میں اسلام کو اس امت کے اسلام سے مقید نہیں کیا گیا ہے لہٰذا کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آیت میں اضافی قید و شرط لگائی جائے۔ اور رہا سوال یہ کہ سب سے پہلے مسلمان جناب ابراہیم علیہ السلام ہیں تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ ہمارے پاس ایسی بھی آیتیں موجود ہیں جن میں جناب ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے کے انبیاء کو مسلمان بتایا گیا ہے۔ یہ آیتیں '' رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ '' (البقرہ/۱۲۸) اور ''... مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ ...'' (الحج/۷۸) اس لئے کوئی بھی دلیل مذکورہ مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ (طباطبائی، ج۷، ص

۳۹۵-۳۹۴، ۱۴۰۳ھ) سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۶۳ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام تمام الٰہی ادیان پر فضیلت رکھتا ہے اور اسلام کی پیروی واجب ہے؛ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ سب سے پہلے وہ انسان ہیں جنھیں حکم دیا گیا کہ اسلام کے آگے سر تسلیم خم کرلیں اور دوسروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ آپؐ کی پیروی کریں۔ (طبرسی، ج۹، ص ۳۶،۱۳۶۰)

۶/۱۔ کوثر عطا کرنا

کوثر وہ نایاب الٰہی تحفہ ہے جو تمام انبیاء میں پروردگار نے صرف پیغمبر اکرمؐ کو عطا کیا۔ تمام مفسرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ مشکلات و حادثات کی کثرت اور دشمنوں کے زخم زبان سے تسلی کی خاطر خدا نے پیغمبر اکرمؐ سے فرمایا: "اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ؛ ہم نے تمہیں کوثر (کثیر خیر وبرکت) عطا کیا"۔ (الکوثر/۱)

کوثر وہ صفت ہے جو کثرت سے لی گئی ہے جس کے معنی فراوان خیر وبرکت کے ہیں۔ اسی لئے سخی انسان کو بھی "کوثر" کہا جاتا ہے۔ رہا سوال یہ کہ کوثر سے مراد کیا ہے تو اس سلسلہ میں بہت سے اقوال پائے جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں جنت کی ایک نہر کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں مراد حوض کوثر ہے جو پیغمبرؐ سے مخصوص ہے۔ بعض کا ماننا ہے کہ اس سے مراد نبوت وقرآن ہے اسی طرح سے کچھ اصحاب وانصار کی کثرت، اولاد کی کثرت، نسل اور شفاعت سے تفسیر کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب اس لفظ (کوثر) کے واضح وروشن مصادیق ہیں اور کوثر کے معنی خیر کثیر ونعمت فراوان ہے۔ (مکارم شیرازی، ج۲۷، ص ۳۷۲، ۱۳۷۴)۔ کوثر کے روشن مصادیق میں سے ایک مصداق جناب فاطمہ زہرا (س) کی ذات بابرکت ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ کی نسل ان ہی کی اولاد سے دنیا میں پھیلی ہے وہ بھی ایک ایسی نسل جو نہ صرف خونی لحاظ سے پیغمبرؐ کی اولاد تھی بلکہ اس نے تمام اسلامی اقدار واسکے قوانین کی حفاظت فرمائی اور آئندہ آنے والی نسلوں تک اسے منتقل کیا۔

۷/۱۔ خاتم الانبیا اور آپکی شخصیت کا عالمی ہونا

ایک اور صفت جو صرف پیغمبر اکرمؐ سے مخصوص ہے اور تمام مفسرین واسلامی دانشور آپ کے خاتم الانبیاء ہونے پر اتفاق رائے رکھتے ہیں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے: "مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمۡ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٗا محمد تمہارے مردوں میں سے

کسی ایک کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سلسلہ انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں اور اللہ ہر شے کا خوب جاننے والا ہے " (سورہ احزاب/۴۰)۔ یہ آیت زمانہ جاہلیت کی ایک غلط فکر و رسم کو باطل قرار دیتی ہے کہ انسان اپنے گود لئے بیٹے کی بیوی سے شادی نہیں کر سکتا ہے۔ اس سوچ کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے: محمد تم میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں نہ تو زید کے اور نہ ہی کسی دوسرے کے۔ خاتم اس مہر کو کہتے ہیں جو خط کے آخر میں لگائی جاتی ہے، پروردگار انسانی معاشرہ کے لئے انبیاء و رسل کے ذریعہ اپنا پیغام بھیجتا ہے اور جب اسکا پیغام مکمل ہو جاتا ہے تو پیغمبر اکرمؐ کو بھیج کر سلسلہ نبوت کو بھی منقطع کر دیتا ہے لہٰذا آپؐ کے بعد اب کسی نبی یا رسول کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے اسی وجہ سے ارشاد ہوتا ہے: رسول اکرمؐ تمام انبیاء کے زیور کمالات سے آراستہ اور خاتم الانبیاء ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہوا ہے۔ (جوادی آملی، ج۸، ص ۲۳، ۱۳۸۵)۔ مرحوم طبرسی کا ماننا ہے کہ "خاتم النبیین" کی تعبیر اس جانب اشارہ کر رہی ہے کہ رسول گرامیؐ خدا کی جانب سے آخری پیغام لانے والے ہیں اور آپکے آنے سے سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا۔ اسی بنیاد پر آپ کی شریعت قیامت تک ہر انسان کے لئے جاری وساری ہے اور تمام انبیاء کے درمیان یہ خود بہت بڑی فضیلت ہے جو صرف آپ کو نصیب ہوئی۔ (طبرسی، ج۱، ص ۵۱۲، ۱۳۶۰)

پیغمبر اکرمؐ کے خاتم الانبیاء ہونے پر یہی آیت کافی ہے لیکن ہمارے پاس صرف یہی آیت دلیل کے طور پر موجود نہیں ہے بلکہ دوسری آیات و روایات بھی اسی جانب اشارہ کرتی ہیں منجملہ: "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ"؛ اور پیغمبر ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت سے باخبر نہیں ہیں" (سبا/۲۸)؛"... وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ ...؛ اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ اس کے ذریعہ میں تمہیں اور جہاں تک یہ پیغام پہنچے سب کو ڈراؤں ---" (الانعام/۱۹) تعبیر "و من بلغ" کی وسعت ایک طرف جہاں قرآن و پیغمبر کی عالمی رسالت کی جانب اشارہ کر رہی ہے وہیں دوسری طرف آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کو بھی اجاگر کر رہی ہے۔

۲۔ پیغمبر اکرمؐ کے وہ مخصوص صفات واحکام جن کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے:

۱/۲۔ عالی مرتبت ہونا (ابتدائے اسلام سے آج تک نبی کریمؐ کے نام کی رفعت)

یہ خصوصیت نبی رحمت کے نیک اخلاق و صفات کا نتیجہ ہے۔ کسی بھی انسان کی عظمت و بزرگی کو پہچاننے کا ایک راستہ اس فرد سے زیادہ بلند مرتبہ انسان کا اسکی تعریف و تمجید کرنا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا پروردگار کی خاص توجہ کا مرکز بننے اور ملائکہ کے درود و سلام کا اہل قرار پانے سے آپکے وجود کی عظمت و بزرگی کا پتہ چلتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم پر واجب کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ پر درود و سلام بھیجیں اور آپ کے فرمان کے آگے سر تسلیم خم کریں: "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا؛ بیشک اللہ اور اس کے ملائکہ رسول پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے صاحبانِ ایمان تم بھی ان پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو"۔ (سورہ الاحزاب/۵۶)

یہ آیت نبی کریمؐ کے عالی مقام و عظیم رتبہ کو بخوبی بیان کر رہی ہے اور پروردگار کی تائید کی وجہ سے لوگوں میں آپ کی مقبولیت روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ دوسری آیت میں ملتا ہے: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ؛ اور آپ کے ذکر کو بلند کر دیا" (الانشراح/۴)، اسی طرح سے دوسری بھی آیتیں اس موضوع کی جانب اشارہ کر رہی ہیں۔ (الحجرات/۱؛ النور/۶۳)۔ خدائے سبحان نے اسکے ثبوتی کمالات جیسے ایمان، اطاعت، اجابت اور سلبی صفات اسی طرح دوسرے موارد اور پیغمبر عظیم الشان کے نام مبارک کو اپنے مبارک اسماکے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (جوادی آملی، ج۹، ص ۳۶۲، ۱۳۸۵)

۲/۲۔ عبد مطلق ہونا

پیغمبرؐ کی مخصوص صفات میں سے ایک صفت آپ کا "عبد مطلق" ہونا ہے۔ پروردگار کا رسول اکرمؐ کے لئے ارشاد ہے: "وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ؛ (کیا انبیاء کی گذشتہ کتابوں سے انھیں یہ خبر نہیں ملی ہے کہ) بیشک سب کی آخری منزل پروردگار کی بارگاہ ہے" (النجم/۴۲)۔ پروردگار رب العالمین ہے لیکن بعض انسان اسکے کسی ایک جزء کا مظہر قرار پاتے ہیں مثال کے طور پر بعض لوگ حقیقت میں عبد الرزاق، عبد الباسط، عبد القابض، عبد الکریم اور عبد الجلیل ہوتے ہیں لیکن پیغمبر ختمی مرتبتؐ "عبد" ہیں اور خود پروردگار نے آپکی تربیت فرمائی جو بندگی کی معراج ہے اور قوس صعود میں کوئی بھی رتبہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ آپؐ نے

پروردگار کے ذریعہ تربیت پائی ہے۔ خدائے سبحان کے عالی ترین ناموں میں ایک نام "ھو" ہے جس سے پروردگار کی ذات مطلق مراد ہے آنحضرتؐ بھی اس سے منسوب ہیں؛ چونکہ عبودیت کے کامل ترین رتبہ پر آپ فائز ہیں لہٰذا سب سے جامع نام سے آپ بھی منسوب ہیں۔ "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ؛ وہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنائے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو" (التوبہ/۳۳)

جب کسی دوسرے نبی کے لئے پروردگار "عبد" کی تعبیر کا استعمال کرنا چاہتا ہے تو انکے نام کو بھی ذکر کرتا ہے مثال کے طور پر ارشاد ہوتا ہے: "وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ؛ اور اے پیغمبر! علیہ السّلام ہمارے بندے ابراہیم (علیہ السّلام) اسحاق (علیہ السّلام) اور یعقوب (علیہ السّلام) کا ذکر کیجئے جو صاحبانِ قوت اور صاحبانِ بصیرت تھے" (ص/۴۵)؛ "وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ؛ اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السّلام) کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے بڑی تکلیف اور اذیت پہنچائی ہے" (ص/۴۱)؛ "اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ؛ آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد (علیہ السّلام) کو یاد کریں جو صاحب طاقت بھی تھے اور بیحد رجوع کرنے والے بھی تھے" (سورہ ص/۱۷)؛ "كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ؛ ان سے پہلے قوم نوح نے بھی تکذیب کی تھی کہ انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہہ دیا کہ یہ دیوانہ ہے بلکہ اسے جھڑکا بھی گیا" (سورہ القمر/۹) لیکن پیغمبر اکرمؐ کے لئے جب "عبد" کی تعبیر استعمال ہوتی ہے تو نام کے بغیر جو "عبد مطلق" پر دلیل ہے: "تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا؛ بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے تاکہ وہ سارے عالمین کے لئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بن جائے" (الفرقان/۱)۔ نہ تو لفظ "عبد" سے پہلے آپ کا نام مبارک ذکر ہوا ہے اور نہ ہی بعد میں جو یہ کہا جاسکے کہ قرینہ ہونے کی بنیاد پر آپ کا نام محذوف ہے اور نہ ہی "عباد" کہا جو کہ کثرت پر دلالت کرتا ہے بلکہ "عبدہ" کہا جو

مقام وحدت کی جانب اشارہ ہے اور یہ تعبیر ''عبد اللہ'' کی تعبیر سے زیادہ بلند و رسا ہے؛ کیونکہ اس عبودیت کا منشا پروردگار کی ذات مطلق ہے جو مقام الوہیت سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے۔ (جوادی آملی، ج۸، ص ۲۶، ۱۳۸۵)

اسکے علاوہ سورہ اسراء کی ابتدا میں ملتا ہے: ''سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ؛ پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصٰی تک لے گیا جس کے اطراف کو ہم نے بابرکت بنایا ہے تاکہ ہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھائیں بیشک وہ پروردگار سب کی سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (الاسرا/۱)۔ اسی طرح سے سورہ کہف کی پہلی آیت کے آغاز میں ارشاد ہوتا ہے: ''الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۜ؛ ساری حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی ہے اور اس میں کسی طرح کی کجی نہیں رکھی ہے'' (کہف/۱)۔ ان تمام آیتوں سے واضح وروشن ہوجاتا ہے کہ جب بھی لفظ ''عبد'' بغیر کسی نام یا شرط کے ذکر ہو تو اس سے مراد کامل ترین فرد یعنی ذات بابرکت رسول اکرمؐ ہیں جو دوسرے انبیاء کی بہ نسبت یہ ایک ناقابل انکار فضیلت ہے۔ رسول اکرمؐ کی ذات ہر زمانہ میں پروردگار کے لئے بندہ مطلق ہے یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء و معصومین علیہم السلام اسی عبد مطلق کے سایہ میں ہیں بالفاظ دیگر رسول خداؐ سید الاولین والآخرین ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: '' أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدم وَلَا فَخْرَ، أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِمَامُ الْمتقين وَرسولُ رَبِّ الْعَالَمِين'' (مجلسی، ج۹، ص ۲۹۴، ۱۳۷۲) استاد جوادی آملی کے نزدیک یہ خصوصیت صرف پیغمبر اکرمؐ سے مخصوص ہے۔ (جوادی آملی، ج۸، ص ۲۶، ۱۳۸۵)

۲/۳۔ ماضی، حال اور مستقبل میں اسوۂ حسنہ ہونا

''اسوہ'' کی صفت پیغمبر اکرمؐ کی خاص صفت ہونے کے ساتھ ساتھ سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر ۴ اور ۶ میں یہ صفت جناب ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی ذکر ہوئی ہے۔ اس صفت کے نبی کریمؐ سے مخصوص ہونے کے بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے بعض تفسیروں منجملہ تفسیر نور میں سورہ احزاب کی آیت نمبر ۲۱ کے ذیل میں ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی یہ صفت ذکر ہوئی ہے۔ (قرائتی،

ج ۷، ص ۳۴۴، ۱۳۸۳)۔ لیکن ان دو پیغمبروں کے اسوہ ہونے کی نوعیت مختلف ہے جناب ابراہیم کو شرک و مشرکین سے برائت و بیزاری میں اسوہ بتایا گیا ہے لیکن اس آیت میں پیغمبر اکرمؐ کو دشمنوں کے مقابلے میں ثبات قدمی واستقامت دکھانے کے لحاظ سے اسوہ بتایا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ حضورؐ کی گفتار و سیرت کا کوئی بھی پہلو نمونہ عمل کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ (سیوطی، ج ٦، ص ۴۵، ۱۴۰۴ھ)

نبی کریمؐ کی پوری زندگی انسانی فضائل و کمالات، پسندیدہ صفات اور مسلسل سلوک و عرفان کی منزلوں کو طے کرنے کے حوالے بھری پڑی ہے اسی وجہ سے پروردگار کا ارشاد ہے: "وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ؛اور آپ بلند ترین اخلاق کے درجہ پر ہیں" (القلم/۴) نیز ارشاد ہوتا ہے: "لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ؛ مسلمانو! تم میں سے ہر ایک کے لئے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے جو شخص بھی اللہ اور آخرت سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہے اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے" (الاحزاب/۲۱)۔

پیغمبر ختمی مرتبت کو "اسوہ" اور "نمونہ عمل" کے طور پر بغیر کسی قید و شرط کے پہچنوانا اس بات پر دلیل ہے کہ آپؐ کے تمام افعال ہر حالت میں حجت ہیں اور صدر اسلام سے آپ کی سنت کو سند کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ حدیثوں میں بھی پیغمبر کے عبادی و غیر عبادی کاموں کو "اسوہ" کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ (صادقی، ج ۲، ص ۷۵۔۷٦، ۱۳٦۵)

شیخ طوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اسوہ وہ حالت ہے جس میں دوسرے کسی کی پیروی کرتے ہیں اور نمونہ عمل ہونا خود انسان سے مخصوص ہے۔ لہٰذا اگر کوئی نیک اسوہ اور آئیڈیل کی پیروی کرے گا تو وہ بھی نیک ہو جائے گا" (طوسی، ج ۸، ص ۳۲۸، ۱۴۰۹ھ) آیت میں "لکم" کی تعبیر سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ مساوی طور پر ہر ایک کے لئے اسوہ و نمونہ عمل ہیں لیکن "لِمَنْ کان" کی تعبیر اشارہ کر رہی ہے کہ اس اسوہ سے وہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنکے اندر خاص شرائط موجود ہوں؛ یعنی ایسا نہیں ہے کہ سب عمومی طور پر اس اسوہ سے فائدہ اٹھا پائیں گے بلکہ کچھ مخصوص افراد ہی اس سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح سے "لِمَن كَانَ يَرجوا الله" کی تعبیر اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ غیر مومن افراد پیغمبر اکرمؐ کے نمونہ عمل ہونے سے

فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے اور "و لَقَد كَانَ لَكُم" کی تعبیر دلالت کر رہی ہے کہ ہر زمانہ میں ختمی مرتبت کی سیرت مومنین کے لئے اسوہ و قابل عمل ہے؛ اسکے یہ معنی ہوئے کہ پیغمبر کی پیروی وہ شرعی فریضہ ہے جسکا وجوب ہر زمانہ میں مومنین پر ثابت ہے۔ (طباطبائی، ج۱۶، ص ۴۳۲، ۱۳۷۴)

۲/۴۔ عظمت و بزرگی سے لبریز خطاب ہونا

مفسروں کے درمیان اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ صفت پیغمبر ختمی مرتبت سے مخصوص ہے یا نہیں۔ بعض کا ماننا ہے کہ خاتم الانبیاء کو مخاطب کرنے میں پروردگار نے ایک خاص ادب و احترام کا لحاظ کیا ہے جو دوسرے انبیاء کے سلسلہ میں ہمیں دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔ گذشتہ انبیاء کو مخاطب کرنا تھا تو انکا نام لے کر خطاب کیا گیا لیکن قرآن مجید میں کہیں بھی پیغمبر اکرمؐ کو "یا محمد" کہہ کر نہیں پکارا گیا بلکہ ہمیشہ آپؐ کو ایسی تعبیروں جیسے "یا ایّہا الرّسول"، "یا ایہا النّبی" سے خطاب کیا گیا جس سے آپ کی عظمت و بزرگی کا پتہ چلتا ہے اور اگر "یا ایہا المزمل" یا "یا ایّہا المدّثر" کی تعبیر استعمال ہوئی ہے تو ایک خاص تاریخی نکتہ کی جانب اشارہ کرنا منظور تھا؛ مثال کے طور پر ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ملتا ہے: "وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔۔۔" (البقرہ/۳۵) آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے لئے ملتا ہے: "قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ۔۔۔" (ھود/۴۶) جناب موسی کے لئے ارشاد ہوتا ہے: "۔۔۔ يَا مُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۖ إِنَّكَ مِنَ الْآمِنِينَ" (القصص/۳۱) حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے ملتا ہے: "وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ۔۔۔" (المائدہ/۱۱۶) اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ملتا ہے: "يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ۔۔۔" (سورہ ص/۲۶) لیکن رسول اکرمؐ کے سلسلہ میں پروردگار نے جو باعظمت تعبیریں استعمال کی ہیں ان کے علاوہ بندوں کو بھی بتایا گیا ہے کہ: "لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ۔۔۔" اے مومنین جس طرح سے تم ایک دوسرے کو (بغیر کسی ادب و احترام کے) پکارتے ہو رسول کو نہ پکارو" (النور/۶۳)۔ جب بھی پیغمبر کو آواز دینا چاہو تو کسی عام انسان کی طرح انھیں آواز مت دو بلکہ پکارنے کا انداز بھی مؤدبانہ ہو اور جو الفاظ استعمال کر رہے ہو وہ بھی عظمت و بزرگی کو اجاگر کرے۔ (جوادی آملی، ج۸، ص۵۷۔۵۸، ۱۳۸۵)۔ اس کے مقابلے میں کچھ مفسریں کا ماننا ہے کہ "دعائے رسول" سے مراد

آپ کو مخاطب قرار دینا یا آواز دینا نہیں ہے کہ لوگ عام انسانوں کی طرح انھیں نہ پکاریں بلکہ آپ کا نام مبارک ادب و احترام سے لیں مثال کے طور پر "یا محمد" یا "یا ابن عبد اللہ" نہ کہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبر جب لوگوں کو کسی کام کو انجام دینے یا کسی عمل کی طرف بلائیں تو پیغمبر کی دعوت کے ساتھ عام انسانوں کی دعوت جیسا برتاؤ نہ کرو۔ اور ذیل کی آیت بھی اسی معنی کی تصدیق کر رہی ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے: "۔۔۔قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ؛ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے خاموشی سے کھسک جاتے ہیں لہٰذا جو لوگ حکم خدا کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس امر سے ڈریں کہ ان تک کوئی فتنہ پہنچ جائے یا کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے" (النور/۶۳)۔ نیز بعد کی آیتوں میں بھی پیغمبر کے حکم کی مخالفت کا کیا نقصان ہو سکتا ہے اسے بتایا گیا ہے۔ (طباطبائی، ج۱۵، ص ۲۳۱، ۱۳۷۴)۔

بعض دوسرے محققین کے مطابق، آیت کا مضمون زندگی کے تمام شعبوں میں ایک عمومی حکم اور رسول خداؐ کی سنت کی حجیت پر محکم سند اور دستاویز ہے۔ اس نظریہ کے مطابق تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ہر حال میں پیغمبر کے اوامر و نواہی کی اطاعت کریں۔ (مکارم شیرازی، ج۲۳، ص ۵۰۸، ۱۳۷۴)

مرحوم طبرسی کے نزدیک اس آیت میں "دعا" کے معنی آواز دینے کے نہیں ہیں بلکہ پیغمبر کا امر و نہی ہے۔ (طبرسی، ج۱۷، ص ۱۷۸، ۱۳۶۰)۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر خدا نے صراحت کے ساتھ پیغمبر کا نام لیا ہے (آل عمران/۱۴۴؛ الاحزاب/۴۰؛ محمد/۲ ؛ الفتح/۲۹)۔ ان آیات میں پیغمبر کا نام ذکر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ان آیتوں میں آپ کی رسالت کا تذکرہ ہے۔ (مجلسی، ج۱۶، ص ۴۰۰، ۱۳۷۲)

۲/۵۔ مومنین پر بعثت کا احسان ہونا

اگرچہ تمام انبیاء کی بعثت بشریت پر ایک احسان ہے لیکن صرف پیغمبر ختمی مرتبت کی بعثت کو پروردگار نے مومنین پر احسان کے طور پر بتایا ہے، ارشاد ہوتا ہے: "لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۔۔۔ یقیناً خدا نے صاحبانِ ایمان پر احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے" (آل عمران/۱۶۴)۔ منت ایسی وزنی و عظیم نعمت کو کہتے ہیں جسے تحمل کرنا انسان کیلئے آسان نہ ہو۔

صرف مومن انسان ہی نعمت نبوت اور پیغمبرؐ کی اطاعت جیسی طاقت فرسا ذمہ داری سے سرخرو ہو سکتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ اگرچہ عالمی پیغمبر ہیں لیکن اسکے باوجود آیت میں صرف مومنین پر احسان بتایا گیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ مومنین کے علاوہ دوسروں میں اس احسان و نعمت کو قبول کرنے کی صلاحیت اور ظرفیت نہیں ہے۔ ''۔۔۔وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ'' (سبا/۲۸) اور پروردگار نے صرف مومنین پر احسان کیا ہے کہ انہی کے درمیان سے رسول کو مبعوث کیا۔ (جوادی آملی، ج۸، ص ۵۹۔۶۰، ۱۳۸۵)

نتیجہ

قرآن کریم کی آیات سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ تمام انبیائے الٰہی اگرچہ منصب نبوت اور عالم وحی سے متصل ہونے کے لحاظ سے مساوی ہیں لیکن فضیلت و برتری اور دیگر معیارات کی وجہ سے ہرگز ایک رتبہ اور مقام پر فائز نہیں ہیں۔ بعض الٰہی رہنما اور رسول کچھ ایسے صفات و کمالات کے مالک ہیں کہ دوسرے اس میں شریک نہیں ہیں۔ تمام انبیاء میں پیغمبر ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیؐ کچھ ایسے صفات واحکام سے متصف ہیں کہ جو صرف آپ ہی کی ذات سے مخصوص ہے۔ ان میں سے بعض اوصاف و خصوصیت یہ ہیں: خاتم الانبیاء ہونا، خدا کے مطلق بندے ہونا، ہر زمانہ میں کامل ترین فرد ہونا، درجہ اور مقام کے اعتبار سے پہلے مسلمان ہونا، پروردگار کے خصوصی انعام واکرام سے بہرہ مند ہونا، ایک وقت میں متعدد شادیوں کا آپ کے لئے حلال ہونا اور عہدین یعنی توریت وانجیل خاص کر قرآن مجید میں آپ کا نام مبارک مکتوب ہونا، یہ تمام چیزیں اس بات کی نشاندہی کر رہی ہیں کہ دوسرے انبیائے الٰہی میں یہ صفات نہیں پائے جاتے تھے۔ تو پھر یہیں سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ حقیقی معنی میں انسان کامل اور اشرف مخلوق آپ ہی کی ذات بابرکت ہے جو ہر زمانہ میں ہر انسان کے لئے کمالات کو حاصل کرنے میں نمونہ عمل کے طور پر موجود ہے اور یہ وہی احسان ہے جو پروردگار نے مومنین پر کیا اور ایسی بابرکت ہستی کو بھیج کر انسانوں کی ہدایت کا سامان فراہم کیا۔ دوسری طرف آپ کی ذات گرامی خدائے رحمان کی وہی رحمت واسعہ ہے جسے پروردگار نے دونوں عالم کے لئے قرار دیا ہے تاکہ ہر تشنہ ہدایت اس چشمہ رحمت سے سیراب ہو سکے۔

منابع

۱۔ مستقل یا متفرق طور پر اس موضوع کے تحت جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کچھ اس طرح ہیں : ''تفسیر موضوعی قرآن'' ، مولف: استاد جوادی آملی؛ اس کتاب میں پیغمبرؐ کے بعض صفات کو انبیاء کے درمیان مشترکہ اصول کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح سے آیت اللہ مکارم شیرازی کی ''پیغام قرآن'' اور آیت اللہ جعفر سبحانی کی ''منشور جاوید'' کہ جس میں بہت ہی اختصار کے ساتھ اس موضوع پر تحقیق کی گئی ہے۔

۲۔ ''حدیث منزلت'' فریقین نے جسے نبی اکرمؐ سے متواتر حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ حدیث منزلت میں پیغمبر اکرمؐ حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: '' اَمَا تَرضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّی بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰی اِلَّا اِنَّه لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسی سے تھی سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا'' (مجلسی، ج ۳۷، ص ۲۵۳، ۱۳۷۳)۔

کتاب کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے ''إنَّ اللهَ خَتَمَ بِنَبِیِّكُم النَّبِیِّینَ فَلا نبی بعدَہ أبَدًا، وَخَتَمَ بِكِتَابِكُم الكُتُبَ فَلا كتابَ بعدہ أبدا'' پروردگار نے تمہارے نبی کے ذریعہ سلسلہ انبیاء کو منقطع کردیا ہے لہٰذا اب اسکے بعد کوئی بھی پیغمبر نہیں آئے گا اور تمہاری آسمانی کتاب کے ذریعہ آسمانی کتابوں کا سلسلہ منقطع کردیا لہٰذا اب (قرآن مجید) کے بعد کوئی بھی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ (کلینی، ج۱، ص ۲۶۹، ۱۴۰۷ھ)۔ ایک اور مشہور حدیث میں پیغمبر سے یوں منقول ہے:

''حلاَلُ مُحَمَّدٍ حلاَلٌ أبَداً إلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَحَرَامُهُ حَرَامٌ أبَداً إلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ لاَیَكُونُ غَیْرُهُ وَلاَیَجِیءُ غَیْرُهُ'' (گذشتہ حوالہ، ۵۸)

نہج البلاغہ کے بہت سے خطبوں میں پیغمبرؐ کے ”خاتم الانبیاء“ ہونے کے سلسلہ میں اشارہ ملتا ہے۔ منجملہ آنحضرتؐ کی توصیف میں امام علیؑ فرماتے ہیں: ” اَمینُ وَحیِهٖ و خَاتَمُ رُسُلِهٖ وَ بَشیرُ رَحمتِهٖ و نَذیرُ نِقْمَتِهٖ؛ پیغمبر اسلامؐ وحی خدا کے امین، خاتم الانبیاء، خدا کی رحمت کی بشارت دینے والے اور اسکے عذاب سے ڈرانے والے ہیں“ (نہج البلاغہ / خطبہ ۱۷۳)۔ ایک دوسرے خطبہ میں اسی موضوع کے سلسلہ میں ملتا ہے: ” اَرْسَلَه عَلیٰ حِینِ فَتْرَةٍ مِن الرُّسلِ وَ تَنَازُعٍ مِن الْاَلسُنِ فَقَفّٰی به الرُّسُلَ وَ خَتَمَ بِه الوَحیَ“ پروردگار نے پیغمبر ﷺ کو ایک طولانی مدت کے بعد بھیجا جب کوئی نبی نہیں تھا جب مختلف مذاہب کے پیروکار آپس میں جھگڑ رہے تھے اور اختلافات کا شکار تھے لہٰذا انھیں رسولوں کے بعد بھیجا اور آپ کو بھیج کر نزول وحی کا سلسلہ منقطع کر دیا“ (گذشتہ حوالہ / خطبہ ۱۳۳)۔ اگرچہ بہت سی آیتیں اور روایتیں دین وآئین پیغمبرؐ کے عالمی و ہمیشگی ہونے کو بیان کرتی ہیں لیکن سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ پیغمبرؐ کے خاتم الانبیاء ہونے پر روشن و واضح دلیل ہے؛ چونکہ یہ واحد ایسی آیت ہے جس میں پیغمبرؐ کے نام اور انکی رسالت کو دو الگ الگ عنوان سے بیان کیا گیا ہے: ”محمد“، ”رسول الله“، ”خاتم النبیین“۔

۳۔ مندرجہ ذیل آیتیں بھی پیغمبر ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی جانب اشارہ کر رہی ہیں: ”تَبَارَكَ الَّذِی نَزَّلَ الْفُرقَانَ عَلیٰ عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعَالِمِینَ نَذِیراً (الفرقان/۱)“ ترجمہ: بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے تاکہ وہ سارے عالمین کے لئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بن جائے۔ اور ”قُل یا ایها النّاسُ انیّ رسولُ اللهِ اِلَیکُم جمیعا الذی۔۔۔ (الاعراف/۱۵۸) ترجمہ: اے رسول کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول اور نمائندہ ہوں۔۔۔

۴۔ ” آدَمُ وَ مِنْ دُوْنِه تحتَ لِوائی یومَ الْقِیَامَة:“ آدم اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء قیامت کے دن میرے پرچم کے سایہ میں جمع ہونگے“ (مجلسی، ج ۳۹، ص ۲۱۳، ۱۳۷۲)

حوالہ جات

قرآن کریم، مترجم آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی

ابن بابویہ (صدوق)، محمد بن علی، (۱۳۷۶)، الامالی، مترجم: محمد باقر کمرہ ای، تہران، کتابچی

ابن حنبل، احمد، (۱۳۷۵)، مسند بن حنبل، تحقیق محمد شاکر، قاہرہ، نشر حلبی

جوادی آملی، عبداللہ، (۱۳۸۸)، تفسیر تسنیم، تحقیق و تنظیم حسین اشرفی اور دیگر محققین، قم، انتشارات اسراء

۔۔۔(۱۳۸۵) تفسیر موضوعی قرآن کریم، قم، مرکز نشر اسراء

حجتی، محمد باقر، (۱۳۶۹)، پژوہشی در تاریخ قرآن کریم، تہران، مؤسسۂ انتشارات امیر کبیر

رازی، ابوالفتوح، (۱۳۸۵)، روض الجنان و روح البیان، تہران، بی تا

رامیار، محمود، (۱۳۸۶)، تاریخ قرآن، تہران، نشر فرہنگ اسلامی

سیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن، (۱۳۶۰)، الاتقان فی علوم القرآن، قاہرہ، بی تا

۔۔۔(۱۴۰۴ھ) الدر المنثور فی تفسیر الماثور، قم، کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی نجفی

شریف الرضی، محمد بن حسین، (۱۳۸۹)، نہج البلاغہ، ترجمہ محمد دشتی، قم، انتشارات دیوان

صادقی، محمد، (۱۳۶۵)، تفسیر فرقان، تہران، انتشارات فرہنگ اسلامی

طباطبائی، محمد حسین، (۱۳۷۴)، المیزان فی تفسیر القرآن، ترجمہ: سید محمد باقر موسوی ہمدانی، قم، دفتر انتشارات اسلامی، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم سے وابستہ

۔۔۔(۱۴۰۳ھ) المیزان فی تفسیر القرآن، بیروت، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات

طبرسی، فضل بن حسن، (۱۳۶۰)، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ترجمہ مترجمان، تہران، انتشارات فراہانی

طوسی، محمد بن حسن، (۱۴۰۹ھ)، التبیان، تحقیق احمد حبیب قصیر العاملی، بی جا، مکتب الاعلام الاسلامی

قرائتی، محسن، (۱۳۸۳)، تفسیر نور، تہران، مرکز فرہنگی درسہایی از قرآن

کاشانی، محمد حسن فیض، (۱۳۸۷)، تفسیر صافی، ترجمہ: فضلاء کا ایک گروہ، استاد عقیقی بخشایشی کی زیر نگرانی، قم، دفتر نشر نوید اسلامی

کلینی، محمد بن یعقوب، (۱۴۰۷ھ)، الکافی، تصحیح علی اکبر غفاری و محمد آخوندی، تہران، دار الکتب الاسلامیہ

مجلسی، محمد باقر، (۱۳۷۲)، بحارالانوار، تحقیق سید جواد علوی و مرتضی آخوندی، تہران، دار الکتب الاسلامیہ

مکارم شیرازی، ناصراور دوسرے محققین، (۱۳۷۴) ، تفسیر نمونہ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ

ہیثمی، نور الدین، (۱۳۵۲)، مجمع الزوائد، بی جا، بی نا